## بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ وصدقات جائز نہیں

(عبدالمطلب بن ربیعہ) مرفوعا: ان ہذہ الصدقۃ لاتنبغی لاٰل محمدؐ انما ہی اوساخ الناس ....

مسلم، ابوداؤد، نسائی

یہ صدقہ (زکوٰۃ) خاندان محمدؐ کے لیے مناسب[1] نہیں یہ تو لوگوں کا میل ہے

(ابوجعفر و ابوعبداللہ) مرفوعاً: ان الصدقۃ اوساخ ایدی الناس .... لاتحل لبنی عبدالمطلب ....

(استبصار ۲/۳۶، تہذیب ۱/۳۶۵، کافی ۱/۱۷۹)

صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے ... بنی عبدالمطلب (ہاشمیوں) کے لیے حلال نہیں ....

## صدقۂ فطر

(ابن عمر) فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد و الحر والذکر والانثیٰ والصغیر والکبیر من المسلمین و تؤدی قبل خروج الناس الی المصلی (بخاری)

مسلم ابوداؤد، ترمذی. نسائی، ابن ماجہ، موطا (کلہم فی الزکوٰۃ)

آں حضرتؐ نے زکوٰۃ الفطر کو ضروری قرار دیا ہے جو ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہو۔ یہ ہر مسلمان غلام و آزاد، مرد و زن، خرد و کلاں کی طرف سے ہوگی، اور لوگوں کے عیدگاہ روانہ ہونے سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔

(ابوعبداللہ) علی الصغیر والکبیر والحر والعبد عن کل انسان صاع من حنطۃ او صاع من تمر او صاع من زبیب (استبصار ۲/۴۴، تہذیب ۱/۳۷۱، کافی ۱/۲۱۱، فقیہ ص ۱۴۹)

چھوٹے بڑے، آزاد و غلام ہر انسان کی طرف سے ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع منقیٰ صدقۂ فطر ضروری ہے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰ حاشیہ ۲۔

رفیع اللہ

# امام ابوحنیفہ اور تعددِ ازواج

تعدد ازواج کی اجازت کو محدود کرنے پر عام طور سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ایک غیر اسلامی تخیل ہے۔ اسلام اس تخیل سے قطعاً نا آشنا ہے اور یہ مغرب سے درآمد ہوا ہے اور اس کے جواز کو ناگزیر ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی کوشش مغرب کے سامنے ایک معذرت کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہمارے ہاں عام طور پر یہ دستور ہے کہ جو کچھ اپنے مسلک کے مطابق مل جائے وہ تو عین اسلام ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہو وہ ہر طرح قابلِ اعتراض ہے۔ اسی طرزِ فکر کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ہاں فرقہ بندی نے خوب پر پُرزے نکالے۔ اعتراض کرتے ہوئے اس بات تک کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ اس کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے۔ مثلاً اسی مسئلہ تعددِ ازواج کو لیجیے جس کو قابلِ اعتراض سمجھا گیا ہے۔ لیکن خود رسول اللہ علیہ وسلم اور دوسرے ائمۂ دین سے تعدد ازواج کو محدود کرنے کے متعلق ایسے اقوال موجود ہیں جو ان حضرات کے اعتراضات کا مسکت جواب ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کے مقلد ہونے کا ہم سب دعوےٰ کرتے ہیں وہ تو اس معاملہ میں بڑی وضاحت سے فرما گئے ہیں۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی فرماتے ہیں کہ "تعددِ ازواج کے بارے میں امامؒ کا جو نقطۂ نظر تھا دوسری جگہ لوگوں نے اسے بیان کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم غالباً (النخعی) کے متعلق امام صاحب سے کسی نے اس قصہ کا ذکر کیا کہ کسی نے ہدیۃً کوئی کپڑا ان کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن لینے سے انھوں نے انکار کیا۔ اس نے کہا خرید لیجیے۔ بولے کہ میاں چار سو درہم میرے پاس اگر ہوتے تو دوسری بیوی نہ کرتا جو تمھارا کپڑا خریدتا؟ اس نے کہا

کہ ایک بیوی کیا آپ کے لیے کافی نہیں بولے کہ ان حاضنہ حضنتہ رجب اس کے ایام کا زمانہ آتا ہے تو میں بھی گویا ایام میں بیٹھ جاتا ہوں) امام صاحب نے اس قصے کو سن کر کہا کہ بھائی مجھے تو رسول اللہ صلعم کے صحابی جابر بن عبداللہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک بیوی والا مسرور میں رہتا ہے اور دو بیویوں والا شرور کا شکار بنتا ہے یعنی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ روایت سنا کر امام صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ جسے اتفاق نہ ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے یا شاید جابرؓ ہی کا قول نقل کیا اور کہا کہ ابراہیم کو شاید تجربے کا موقع نہ ملا اور اس کے بعد کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو برتاؤ عدل و انصاف کا اپنی بیویوں کے ساتھ تھا جو اس برتاؤ کو نہ کر سکے تو وہ ظالموں میں لکھا جائے گا۔ پھر وہ حدیث سنائی جس میں ہے کہ دو بیویوں کے ساتھ انصاف نہ کرنے والا قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ ایک شق اس کے بدن کا ساقط ہوگا[1] امامؒ نے اس پر اور اضافہ کیا کہ ایک ہی بیوی پر قناعت اپنے لیے تو میں نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور فرمایا بھائی بے فکری اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر عورتوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آں حضرت صلعم کے خطبہ حجۃ الوداع کے ان الفاظ کو دہرایا کہ یہ عورتیں تمھارے ہاتھوں میں بندھی ہوئی ہیں۔ پس ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا۔ راوی کا بیان ہے کہ دیر تک امام صاحب اس مسئلہ پر گفتگو فرماتے رہے لیکن مجھے بس اس قدر یاد رہ گیا۔ کاش امامؒ کی پوری تقریر راوی کو یاد رہ جاتی تو تعدد ازواج کے مسئلہ میں مسلمانوں کے سب سے بڑے امام کا نقطۂ نظر دنیا کے سامنے آجاتا، اور پہلی صدی تک کے مسلمانوں کے خیالات کی وہ ایک تاریخی شہادت ہوتی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں یورپ کی نکتہ چینیوں کے بعد مسلمانوں نے بنانی شروع کی ہیں ان کا بہترین جواب امامؒ کا یہ بیان ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں تو جو کچھ راوی کو یاد رہ گیا ہے وہ بھی اس مدعا کے اثبات کے لیے کافی ہے۔" (حضرت

---

۱۔ مَن کان لہ امرأتان یمیل مع احدٰیہما جاء یوم القیامۃ واحد شقیہ مائل (حدیث شریف)

امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی صفحہ ۲۱۱ :-

آپ نے دیکھ لیا کہ امام صاحب کا پسندیدہ مسلک تو ایک بیوی پر قناعت کرنا ہے۔ اور تعدد ازواج کو محدود کرنا ہی پسند فرماتے تھے۔ آپ کی اس تقریر سے اس مسئلہ کے حل کرنے میں بھی مدد ملتی ہے کہ سلف صالحین جن کا تعدد ازواج پر عمل تھا وہ عدل کی شرط کو بطریق احسن پورا کرتے تھے۔ لیکن امام صاحب کے زمانہ میں عام حالت یہ تھی کہ لوگ اس شرط کو پورا نہیں کر رہے تھے۔ اس لیے آپ نے تعدد ازدواج کو محدود کرنا ہی مناسب خیال کیا۔ چنانچہ آپ نے خلیفہ منصور اور ان کی بیوی کے درمیان تنازعہ کا فیصلہ کرتے ہوئے بھی یہی کچھ فرمایا:

"امیر المومنین! سنیئے ایک بیوی سے زیادہ عورتوں کی اجازت شریعت نے ایک شرط کے ساتھ دی ہے۔ یعنی ان ہی لوگوں کے لیے اجازت ہے جو انصاف اور عدل سے کام لے سکتے ہوں اور اس کے بعد فرمایا:

فمن لم یعدل او خاف ان لا یعدل فینبغی ان لا یجاوز الواحدۃ۔ قال اللہ تعالیٰ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ لیکن جو انصاف سے کام نہ لے یا جسے اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کرنے پائے گا تو اس کو چاہیے کہ ایک عورت سے آگے نہ بڑھے۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کروگے تو پھر ایک ہی عورت ہو۔

یہ ارشاد فرمانے کے بعد امامؒ منصور سے کہنے لگے کہ ہمیں چاہیے کہ اللہ کے بتائے ہوئے آداب کو اختیار کریں اور اس کی نصیحتوں پر عمل کریں(۱)"۔

---

۱۔ امام اعظم یا دوسرے بزرگوں نے صرف عدل ہی کو پیش نظر رکھا ہے حالانکہ تعدد ازدواج کیلئے قرآن نے چار شرطیں رکھی ہیں اور کسی ایک کی عدم تعمیل کو دیکھتے ہوئے حکومت اسلامیہ تعدد پر پابندی لگا سکتی ہے۔ وہ چار شرطیں یہ ہیں: یتامیٰ کو کھپانے کا مسئلہ۔ عدل، کفالت اور جنسی صلاحیت۔

(محمد جعفر)

ان دونوں تقاریر سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام صاحب کا یہ کوئی ذاتی نظریہ نہیں تھا۔ بلکہ قرآن و سنّت کے مطابق تھا۔ کیونکہ اگر ایک بیوی کی حق تلفی ہو رہی ہے تو اسلام دوسری بیوی کی اجازت نہیں دیتا۔ اور یہی کچھ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا تھا جب کہ حضرت علیؓ کی دوسری شادی کی اجازت لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو متعدد دفعہ بیان کیا ہے۔ وہ واقعہ یوں ہے:

عن المسور بن مخرمۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول وہو علی المنبر ان بنی ہشام بن المغیرۃ استأذنوا فی ان یُنکحوا ابنتہم علی بن ابی طالب فلا آذنُ ثم لا آذن ثم لا آذن الّا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتہم فانما ہی بضعۃ منّی یریبنی ماارابہا ویؤذینی ماآذاہا۔

(باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف)

(مسور بن مخرمۃ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلعم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام المغیرۃ نے مجھ سے اس بارے میں اجازت چاہی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں ہرگز ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر علی چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دیدیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ میری بیٹی میرا جگر گوشہ ہے جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ مجھے بھی پہنچاتی ہے اور جو چیز اسے ایذا دیتی ہے وہ مجھے بھی ایذا دیتی ہے[1])

---

۱۔ یہ واقعہ خطبۂ بنتِ ابی جہل کا ہے جو صحیح بخاری میں منقول ہے۔ حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی اس روایت کو ضعیف بتاتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کے راوی مسورؓ بن مخرمہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں اس وقت ان کی عمر چار سال کے لگ بھگ تھی۔ اور میری دانست میں یہ واقعہ اس لیے محلِ نظر ہے کہ جو کام حضورؐ نے خود کیا ہو اس سے حضرت علی کو کس طرح روک سکتے تھے؟ کیا نعوذ باللہ صرف اس لیے کہ اپنی بیٹی کا معاملہ تھا؟ اس لیے قرینہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی موجودگی میں کوئی اور نکاح کرنے کا ارادہ ہی نہیں کیا ہو گا۔

(محمد جعفر)

اس واقعہ کی اہمیت کو گھٹانے کے لیے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس لڑکی کا تعلق ابوجہل کے خاندان سے تھا۔ بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلق اس سے نکاح کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں۔ صحابہ نے بڑے بڑے کفار کی مسلمان عورتوں سے شادیاں کیں۔ خود حضورؐ نے اپنے وقت کے سب سے بڑے دشمنِ اسلام ابوسفیانؓ کی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ دراصل یہ واقعہ بھی تعددِ ازدواج کے خلاف ایک بہت بڑی دلیل ہے اور فقہی موشگافیوں سے اس کی اہمیت کم نہیں کی جا سکتی۔ حدیث کے الفاظ بڑے ہی واضح ہیں۔

ائمہ اربعہ میں سے ایک اور امام حضرت احمد بن حنبل کا مسلک بھی امام صاحب کے مسلک کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک بھی صرف ایک ہی عورت سے شادی کرنا سنت ہے۔ قالوا ایندب نکاح امراۃٍ واحدۃٍ فلایعدّد الازواج فان فی التعدد خطورۃ عدم العدل فیقع فی المحرم۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۴، ص ۱۰)

صرف ایک ہی عورت سے شادی کرنا مستحب ہے۔ ازواج زیادہ نہ ہوں۔ کیونکہ ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں عدل نہ ہونے کا خدشہ ہے جس سے وہ حرام میں پڑ جائے گا۔

یہ بھی یاد رہے کہ حنابلہ کے نزدیک سنّت اور مستحب ایک ہی چیز ہیں

السنۃ والمندوب والمستحب الفاظٌ مترادفۃ عندہم معنی واحد

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ جلد ۱، ص ۶۱۴)

سنت، مندوب اور مستحب حنابلہ کے نزدیک مترادف الفاظ ہیں جن کے ایک ہی معنی ہیں۔

میرا تو یہ خیال ہے کہ جن ائمہ دین نے شادیوں کو چار تک محدود کیا ہے وہ بھی دراصل تعددِ ازدواج پر پابندی ہی لگانا چاہتے تھے۔ کیونکہ ایسے اکابر اُمت کی بھی کمی نہیں جن کے نزدیک چار کی قید ضروری نہیں اور ان کے خیال میں چار سے زیادہ شادیاں بھی رچائی جا سکتی ہیں۔ اہل الظاہر، ابن الصباغ عمرانی اور بعض شیعہ علماء کا یہی مسلک ہے۔

چنانچہ یہ حضرات فانکحوا ما طاب لکم من النساء ۔۔۔۔ الخ کی تفسیر یوں کرتے ہیں: "مثنیٰ وثلاث و

رباع میں واؤ جمع کے لیے ہے اور لغت میں لفظ مثنیٰ سے مراد دو دو ہیں نہ کہ صرف دو۔ اور اگر کہا جائے کہ دو دو آدمی آئے تو یہ لفظ ایک ہزار کی تعداد میں آنے والے اشخاص کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے کہ وہ دو دو ہو کر آئے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ جاء القوم مثنیٰ (لوگ دو دو کر کے آئے) ثلث اور رباع کا مطلب بھی اسی طرح پر ہو گا۔ یہ عربی لغت کا مسئلہ ہے جس میں شک کی گنجایش ہی نہیں۔ پس آیت مذکورہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دو دو یا تین تین یا چار چار سے شادی کرے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ اس کے بعد دو دو یا تین تین یا چار چار کا دوسرا گروہ نہ آئے۔ کیونکہ لغت اور عرف کے لحاظ سے یہ شرط ٹھیک نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس ایک ہزار آدمی جمع ہوں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ دو دو یا تین تین کر کے آئیں۔ اس حساب سے لاتعداد شادیاں جائز ہیں اب "و" چاہے جمع کے لیے ہو یا اختیار کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" (نیل الاوطار جلد ششم، ص ۱۵۰)

کئی مفسرین نے اس استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳، صفحہ ۲۰۲۔ چنانچہ نواب صدیق حسن صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" فاولی ان یستدل علی تحریم الزیادۃ علی الاربع بالسنۃ لا بالقرآن (تفسیر فتح البیان) پس اولیٰ یہ ہے کہ چار سے زیادہ ازواج کی حرمت کے لیے استدلال حدیث سے کیا جائے نہ کہ قرآن مجید سے۔

بعض ائمہ کے نزدیک وہ حدیث بھی ضعف کے درجے کو پہنچی ہوئی ہے جس سے نواب صاحب استدلال کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ قیس بن حارث کے پاس چار سے زیادہ بیویاں تھیں۔ لیکن اسلام لانے کے بعد رسول اکرم صلعم نے ان کو صرف چار اختیار کر لینے کا حق دیا تھا۔ علامہ شوکانی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" حدیث قیس بن الحرث و فی روایۃ الحرث بن قیس فی اسنادہ محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ وقد ضعفہ غیر واحد من الائمۃ (یعنی قیس بن الحرث کی حدیث میں اور دوسری روایت کے مطابق الحرث بن قیس کی حدیث کے ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جن کو اکثر ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حارث بن قیس کی کوئی دوسری روایت بھی نہیں ہے۔" (نیل الاوطار جلد ششم صفحہ ۱۵۰)

اس بحث سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نہ صرف امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بلکہ دوسرے ائمہ بھی تعدد ازواج کو محدود کرنے کے حق میں ہیں۔ کیونکہ اس سے حرام میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ اس کے بعد بھی کیا یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اسلام اس تخیل سے نا آشنا ہے اور مسلمانوں نے اس قسم کی باتیں یورپ کی نکتہ چینیوں کے بعد کہنی شروع کی ہیں؟

---


## تعلیماتِ غزالی

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

امام غزالی نے اپنی بے نظیر تصنیف "احیاء" میں یہ واضح کیا ہے کہ اسلام و شریعت نے انسانی زندگی کے لیے جو لائحۂ عمل پیش کیا ہے اس کی تہ میں کیا فلسفہ کارفرما ہے۔ یہ کتاب انہی مطالب کی آزاد اور توضیحی تلخیص ہے اور اس کے مقدمہ میں تصوف کے رموز و نکات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۰ روپے

## اسلام میں عدل و احسان

مصنفہ مولانا رئیس احمد جعفری

قرآن پاک اور احادیث نبوی سے عدل و احسان کے بارے میں کیا معلوم ہوتا ہے۔ فقہاء نے اس کو کیا اہمیت دی ہے۔ مختلف زمانوں میں مسلمانوں نے ان کو کہاں تک اپنایا ہے۔ ان تمام مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قیمت ۶/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ، لاہور